ہے۔ تیسرے باب میں وہ بحیثیت نقاد کے متعارف ہوئے ہیں۔ اس باب میں ان کی تصانیف کے حوالے سے ان کی ادبی خدمات کا، تنقیدی نظریات اور عملی تنقید کے تناظر میں تجزیہ کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں بحیثیت محقق ان کے محققانہ کارناموں کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد ان کے محققانہ اسلوب، اور عملی تحقیق کے تناظر میں انھیں تعمیری تحقیق کے دبستان کا نمائندہ قرار دیا ہے۔ اس باب میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ انیس کی ازسرنو دریافت کا سہرا ان کے سر ہے۔ پانچواں باب "ادبی شخصیت کا تنوع" کے عنوان پر مشتمل ہے اس میں مسعود صاحب کی ادبی شخصیت کا بھرپور تجزیاتی مطالعہ بطور استاد، ماہر قواعد زبان، دیباچہ نگار اور مدبر کے کیا گیا ہے۔ غیر مطبوعہ مواد کے ذریعے ان کی شخصیت کی کئی پرتیں کھولی گئی ہیں۔ بعض تحریریں پہلی بار سامنے آئی ہیں۔ چھٹے باب میں مسعود حسن صاحب کی ادبی خدمات کا جائزہ لے کر ان کا اردو ادب میں مقام و مرتبہ متعین کیا ہے۔ بہرکیف مجموعی طور پر یہ مقالہ تحقیق کے میدان سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے کارآمد کتاب ہے اور طالبان تحقیق اس سے خاطرخواہ استفادہ کر سکتے ہیں۔ البتہ جلد بندی ذرا کم تر درجے کی ہے۔ توقع ہے کہ اگلے ایڈیشن میں یہ کمی بھی دور ہو جائے گی۔

۵۔ "اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ"

مصنف: ڈاکٹر محمد ایوب قادری

ناشر: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

مبصر: مرزا سلیم بیگ

ڈاکٹر محمد ایوب قادری کا شمار اردو تحقیق کے معتبر ناموں

میں ہوتا ہے، اب تک ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب اصلاً وہ مقالہ ہے جس پر مرحوم کو جامعہ کراچی نے ۱۹۷۸ء میں ڈاکٹریٹ کی سند دی۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مقالہ ایک ایسے علمی سلسلے کی کڑی ہے جس کا آغاز مولوی عبدالحق کی تصنیف "اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" سے ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس تحقیقی مقالے کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے جو باہم مربوط ہیں، ان ابواب کی تقسیم میں ڈاکٹر صاحب نے شخصیات، تحریکات اور علاقائی دبستان کو بنیاد بنایا ہے۔ مثلاً باب اوّل، "صاحبزادگان شاہ ولی اللہ اور ان کے ہم عصر علماء" باب دوم، "سید احمد شہید کی تحریک کے علماء (۱)" باب سوم، "سید احمد شہید کی تحریک کے علماء (۲)" باب چہارم، "شاہ محمد اسحاق دہلوی کے رفقاء و تلامذہ" باب پنجم، "علمائے روہیل کھنڈ (۱) باب ششم "علمائے روہیل کھنڈ (۲)" باب ہفتم، "علمائے اودھ" باب ہشتم، "علمائے بہار و بنگال"۔ آخر میں کتابیات بھی دی گئی ہے، البتہ اشاریہ نہیں ہے۔ مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے حتی المقدور اولین ماخذ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اردو نثر کے ہر عہد کا پیش منظر اور پس منظر اپنے قاری کو دکھانے میں کامیاب ہو سکے۔

یہ گراں قدر مقالہ جو ۶۸۰ صفحات پر مشتمل ہے ایک عرصے بعد ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور کے اہتمام سے ۱۹۸۸ء میں شایع ہوکر منظر عام پر آیا ہے، اور اس ادارے کی حسن کارکردگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دیدہ زیب سرورق، اچھا کاغذ اور بہترین کتابت۔ بحیثیت مجموعی اس پیش کش پر ادارۂ ثقافت اسلامیہ بلاشبہ داد و تحسین کا مستحق ہے۔